

# ذات شریف

ہمیں یہ بات بچپن میں معلم نے سکھائی ہے  
برائی ہیں بھلائی ہے بھلائی میں بُرائی ہے

گرمیوں کے دن صبح کا وقت ہے۔ ابھی آفتاب سطح افق سے بلند نہیں ہوا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ جو لوگ گرمی کے مارے رات بھر کڑوٹیں بدل بدل کے تڑپا کئے ہیں ان کی آنکھوں میں نیند کا خمار بھرا ہوا ہے مگر کاروبار کی ضرورتوں نے بستر سے اٹھا کے بٹھا دیا ہے۔ کوئی حقہ بھرنے کی فکر میں ہے۔ کوئی ہاتھ منہ دھو رہا ہے کوئی کپڑے پہن رہا ہے۔ کوئی انصر من الشکر کہہ کے گھر سے نکلتا ہے۔ بازاروں میں چہل پھل ہے۔ خواجے والے گلیوں میں چیتنے پھرتے ہیں۔ بعض نیند کے مارے ابھی تک سو رہے ہیں۔ اور دیر تک سوئیں گے۔ حضرت عباس کی درگاہ کے قریب وزیر باغ کو جو سڑک جاتی ہے اس پر تھوڑی دور چل کر داہنے ہاتھ کو جوگی مڑی ہے اس گلی میں چند قدم کے فاصلے پر کچا احاطہ ہے اور اس احاطے میں چند مکان ہیں ایک میں تو حکیم صاحب رہتے ہیں۔ ان کا دروازہ شمال رو ہے۔ دروازے کے پاس ایک مختصر سا کمرہ ہے۔ اس کمرہ میں حکیم صاحب مطلب کرتے ہیں۔ اس کے آگے چبوترہ ہے۔ اس پر سائبان پڑا ہے۔ چبوترے سے ملا ہوا ایک اٹلی کا درخت ہے۔ یہاں دو تین کرسیاں پانچ چار مونڈھے پڑے ہوئے ہیں۔ ابھی حکیم صاحب گھر سے برآمد ہو کے ایک کرسی پر بیٹھے ہیں۔ آدمی نے حقہ بھر کے سامنے رکھ دیا ہے۔ حکیم صاحب نے حقہ کے دو ہی ایک کش پئے ہوں گے کہ دو صاحب اور اپنے اپنے گھروں سے نکل کے بعد معمولی سلام علیک اور مزاج جو سی کے سامنے مونڈھوں پر آ بیٹھے۔ ان میں سے بھی ایک صاحب کے ہاتھ میں ڈیڑھ خمہ حقہ ہے خوب سلگا ہوا۔ حکیم صاحب۔ میر صاحب و انشا آپ کا حقہ تو اس وقت قیامت کر رہا ہے۔



میر صاحب - (حقہ حکم صاحب کے سامنے لا کے) لیجئے۔ ملاحظہ فرمائیے۔  
حکم صاحب - جی تو یوں نہیں چاہتا تھا۔ تو پھر (اپنے حقہ کی طرف اشارہ کر کے) یہ حقہ۔  
میر صاحب - مجھے مرحمت ہو۔

حکم صاحب - خدا جانے نبی بخش (خدمت گار) کس طرح حقہ بھرتے ہیں۔ ڈیڑھ پہر ہو گیا ابھی تک سلکا  
ہی نہیں۔

نبی بخش - (زیر لب مکر کے) اے حضور! ابھی تو بھر کے رکھا ہے۔ بھاری تو ہے سگتے سگتے سلکے گا  
لائیے پھونک دوں۔ اگر ایسی ہی جلدی ہے تو سلفہ بھر دیا کیجئے۔

نبی بخش حقہ سے چلم اوتار کے چلے ہی تھے کہ میر صاحب نے چلم اٹکھ سے لے ل۔

میر صاحب - اب کیا حقہ کو غارت کرو گے دیکھو میں درست کئے دیتا ہوں۔

حکم صاحب - آپ نہ تکلیف فرمائیے۔ درست ہو جائے گا۔ نبی بخش کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔

نبی بخش اپھر چلم لینے کو بڑھ رہے تھے کہ۔

میر صاحب - نہیں تم رہنے دو میں درست کر لوں گا۔

داروغہ صاحب - (دوسرے صاحب جو ابھی تک چپکے بیٹھے تھے) یہ ممکن نہیں۔ اب میر صاحب

چلم کی جان نہ چھوڑیں گے۔

حکم صاحب - اس میں شک نہیں کہ جیسا شوق حقہ کا ہمارے جناب میر صاحب کو ہے ایسا بھی کم ہوتا

۔۔۔

داروغہ صاحب - کیوں نہ ہو۔ افیون کے شوق میں جزر اعظم ہے۔

حکم صاحب - اس میں تو شک نہیں افیونی جیسے حقہ کے قدر شناس ہوتے ہیں۔ اور کوئی

نہیں ہوتا۔

داروغہ صاحب - قدر شناس نہ کہئے۔ نبض شناس فرمائیے۔ حقہ کی دیکھ بھال بھی انھیں کے

ہے میں ہے۔



مرزا صاحب۔ (ایک اور صاحب جو ابھی آگے سامنے داروغہ صاحب کے قریب کرسی پر بیٹھ گئے ہیں) یوں کہئے کہ حقہ کے حق میں مسیحا ہیں۔

میر صاحب۔ اے زندہ باش!

حکیم صاحب۔ مگر اے درست۔

داروغہ صاحب۔ میر صاحب کے لطیفے بھی قیامت کے ہوتے ہیں۔ یہ مسیحا کے واسطے زندہ باش کیا خوب۔

القصر دونوں چلیں حسب دلخواہ دھواں دینے لگیں۔ حقے کوڑیاں گئے گئے۔ اتنے میں حکیم صاحب کے گھر سے خاوندان آیا۔ سب نے پان کھائے محفل کا رنگ جم گیا۔ معمولی مذاق کے بعد سنجیدہ مضامین پر بحث چھڑ گئی۔

ان صفحات کے دیکھنے سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ سنجیدہ مضامین سے ہماری کیا مراد ہے حکیم صاحب۔ کہئے داروغہ صاحب آپ کی سرکار میں کیا کیفیت ہے۔

داروغہ صاحب۔ میری سرکار کیسی۔ سرکار نواب صاحب مرحوم کے دم تک تھی۔ اب ہم کوئی چیز نہیں۔ اب اور ہی اور لوگ ذیل ہیں۔

مرزا صاحب۔ بیگم صاحبہ کو آپ کا بڑا اعتبار تھا کیا وہ بھی خلاف ہو گئیں؟

داروغہ صاحب۔ نہیں، خدا ان کو سلامت رکھے اب تک تنخواہ دیئے جاتی ہیں۔ مگر لوگوں کو یہ

بھی شاق ہے۔ دیکھئے۔ مگر میں تو کہتا ہوں کہ اس کس پر سی سے تو بہتر ہے کہ پوری پوری برطرفی ہو جائے۔ پندرہ روپیہ مہینہ میں میرا ہوتا ہی کیا ہے۔

حکیم صاحب۔ یہ کیوں؟

داروغہ صاحب۔ حکیم صاحب قبلہ اب اس سرکار میں رہنا سرا سر بدنامی ہے۔

حکیم صاحب۔ چھوٹے نواب صاحب کا کیا حال ہے۔

داروغہ صاحب۔ کچھ نہ پوچھئے۔ ناگفتہ بہ۔ مجرب لوگ گھسے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے رنگ پر



لگایا ہے۔

حکیم صاحب۔ یہ کہئے۔ بیگم صاحبہ کا بھی کہنا نہیں سنتے؟

داروغہ صاحب۔ بیگم صاحبہ کیا چیز ہیں۔ اس حالت میں بڑے نواب صاحب بھی قبر سے اٹھ کے

چلے آئیں تو ان کی بھی کچھ نہ سنی جائے گی۔

مرزا صاحب۔ بشرطیکہ نوٹ چھوٹے نواب صاحب ہی کے تحت میں ہوں۔

حکیم صاحب۔ درین چہ شک؟ یہ ساری خود سری اسی کی تو ہے؟ مگر وہ تو ابھی نابالغ ہیں

مرزا صاحب۔ نابالغ ہیں تو کیا ہوا۔ جعلیوں نے تو مہاجن لگائے ہیں۔ خوب چھنا چھن روٹیہ

اڑ رہا ہے۔

داروغہ صاحب۔ جی ہاں۔ خدا کی قدرت ہے۔

حکیم صاحب۔ تو یہ سرکار بھی مٹی۔ اچھا یہ تو کہئے۔ بیگم صاحبہ کو کیا ملا؟

داروغہ صاحب۔ کیا ملا۔ نواب صاحب کے وثیقہ میں سے سوادو روپے تین آنہ چار پائی تیس

ہزار۔ کے نوٹ جھٹے میں آئے۔ مگر بیگم صاحبہ کو اس کی پروا کیا ہے وہ اپنے گھر سے خوش ہیں۔ مرشد آباد

سے جو چاہیں منگالیں۔ مگر مرشد آباد کی آمدنی کا حال کس کو معلوم نہیں۔

حکیم صاحب۔ اور بیٹے سے کیسی ہیں۔

داروغہ صاحب۔ بہت چاہتی ہیں۔ مگر ان کی حرکتوں سے نالاں ہیں۔

حکیم صاحب۔ اتنا میں کہہ دیتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن بگڑے گی ضرور۔

داروغہ صاحب۔ جی ہاں اس میں کیا شبہ ہے تاکہ۔ چھوٹے نواب صاحب اپنی حرکتوں سے

باز نہ آئیں گے۔

حکیم صاحب۔ (مسکرا کے) داروغہ صاحب یہیں بیگم صاحبہ کے پاس نوکر رکھوا دیجئے۔

داروغہ صاحب۔ (بات کا پہلو بچھ کے) جی نہیں وہ ایسی بیگم نہیں ہیں جیسی اور اس شہر کی

بیگمات ہیں۔ بڑی سخت ہیں۔



حکیم صاحب۔ آپ کو شش تو کیجئے۔

داروغہ صاحب۔ (کسی قدر روکھے بن کے) مجھے آپ نے کبھی ایسی کوشش کرتے دیکھا ہے

مرزا صاحب۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے داروغہ صاحب جس سرکار میں رہے صاف رہے

حکیم صاحب۔ کیا میں نہیں جانتا۔ ہنسی سے کہتا ہوں۔

سلسلہ کلام اس حد تک پہنچنے پایا تھا کہ حکیم صاحب کے مطب میں چند مریض آگئے حاجت مندوں

کے تقاضے شروع ہوئے۔ حکیم صاحب کو چار و ناچار اپنے کو ان کی طرف متوجہ کرنا پڑا۔

داروغہ صاحب۔ میر صاحب۔ مرزا صاحب خدا نخواستہ بیمار نہ تھے۔ اس لئے اپنے اپنے گھروں

میں چلے گئے۔ حکیم صاحب کمرے میں جا بیٹھے۔ نبض اور قارورہ دیکھ دیکھ کے نسخے لکھنے لگے۔

اس موقع پر ہم حکیم صاحب کا علمیہ بیان کئے دیتے ہیں تاکہ ناظرین آئندہ جہاں کہیں ان کو دیکھیں

اچھی طرح سے پہچان لیں۔ میانہ قد گندی رنگ۔ الغریبہ۔ ناک نقشہ میں کسی قدر کھد اپن۔ گول چہرہ آنکھیں

کسی قدر چھوٹی۔ سن شریف چالیس سے کچھ اوپر۔ اس نسبت سے توند کی استدارت۔ اور ضخامت کو بھی قیاس

کر لیجئے۔ مگر اپنی صورت شکل پر حد سے زیادہ نازاں تھے۔ اکثر اوقات آنکھ پریش نظر رہتا تھا کسی قدر شرمیت

مزاج میں تھی۔ اس لئے داڑھی منڈوائی تو نہ جاتی تھی مگر اس قدر باریک کترواتے تھے کہ اگر خوردبین سے

دیکھی جائے تو بھی مشکل نظر آئے۔ موچھوں میں سفید بال کثرت سے تھے کہ ان کو چنتے چنتے حجام عاجز ہو جاتا

تھا۔ خضاب کی کئی مرتبہ صلاح دی گئی مگر اس کی نوبت ابھی تک نہ آئی تھی۔ یا تو کوئی مجرب نسخہ دستیاب

نہ ہوا تھا یا یہ کہ حکیم صاحب اس کو علامت پیری تصور کرتے تھے اور بالوں کی سفیدی ایک امر عارضی تھا ابھی

حکیم صاحب کا سن ہی کیا تھا۔ خوش غلافی میں بھی حکیم صاحب اہتمام مزید فرماتے تھے۔ پارچہ والی گلی تک

جانے کی نوبت نہ آتی تھی۔ مگر جب کوئی ٹکرا جا مدانی کا یا جامہ دار یا کوئی چکن کی چوگوشہ ٹوپیاں کسی مشہور

کارگر کے ہاتھ کی یا صوفیانہ گلوبند جب کسی دست فروش کے ہاتھ لگ جاتا تھا وہ پہلے حکیم صاحب ہی کو دکھاتا

تھا۔ کپڑوں کی قطع و برید کا بھی اچھا سلیقہ تھا۔ اچھے اچھے درزی ان کے کپڑے بیونٹے ہوئے گھبڑاتے

تھے انگرکھا جس کی چولی ثقاہیت اور بائکپن کی وضع میں حد فاصل ہو۔ اس تناسب کو حکیم صاحب سے بہتر



کوئی نہ جانتا تھا۔ یہ سب سامان اس لئے تھا کہ آپ کو مال دار عورتوں کی صیادی کا نہایت شوق تھا۔ آپ کی ہمت مردانہ ہر وقت اس طرف مہذول رہتی تھی کہ کوئی وثیقہ دار بیگم پھنس جائے تاکہ مدت العمر چین سے بسر ہو۔ اکثر جگہ پیغام سلام تھا۔ مگر ابھی تک کوئی سونے کی چڑیا جال میں نہ پھنسی تھی۔

نواب مختار الدور کی ڈیوڑھی لکھنؤ میں کون نہیں جانتا کچھ زیادہ ضرورت پترہ دینے کی نہیں۔ بقول اماں مہری کے ”پوچھتے پوچھتے آدمی لندھن تک پہنچ سکتا ہے“ یہ تو ہمارے مکان سے چار ہی قدم کے فاصلے پر ہے۔ چلو اس وقت وہیں چلیں۔

کیا عال شان مکان ہے۔ اس کو بنے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہوں گے۔ بننے کہاں پایا نواب کی زندگی نے وفانہ کی بنتے بنتے رہ گیا۔ مگر کس سلیقہ سے بنوایا تھا۔ کیا شان دار پھاٹک ہے سامنے چین بندی کس قیامت کی ہے۔ داہنے طرف دیوان خانہ کس خوبصورتی سے بنایا گیا ہے۔ باغ کے درمیان جو بارہ دی ہے وہ بنتے بنتے رہ گئی۔ بائیں طرف زنانی ڈیوڑھی پر دو دربان بیٹھے حقہ پیا رہے ہیں۔ یہ بڑے میاں جو سامنے تپائی پر بیٹھے ہوئے کچھ بڑا بڑا رہے ہیں نواب مرحوم کے بڑے نک حلال ملازموں میں سے ہیں۔ انھوں نے چھوٹے نواب کو گودیوں میں کھلایا ہے۔ میاں کرم خاں انہی کا نام ہے۔

یہ محل سراکا پردہ اولیٰ کے جھپ سے کون باہر نکل آیا۔ بی اماں مہری یہی ہیں۔ بیگم صاحبہ کی خاص الخاص سے شاید ان ہی سے اندر کا کچھ بھید ملے تو ملے۔

یہ فقرہ جناب حکیم صاحب کا تھا۔ یہ نو بجے رات کا وقت حکیم صاحب یہاں کہاں۔ بات یہ تھی کہ صبح کو داروغہ صاحب سے جس بات میں چھیڑ چھاڑ کی تھی۔ جس پر داروغہ صاحب چین بر چین ہوئے تو وہ بات ٹال دی گئی اُس کی فکر حکیم صاحب کو بہت دن سے تھی۔ بڑے نواب کے مرنے کے بعد آپ کو یہ خط ہوا تھا کہ مالدار بیوہ سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق جائز یا ناجائز پیدا کرنا چاہیے۔ آج اس وقت رات کو اس فکر میں آئے ہیں کہ کسی نہ کسی سے کچھ بیگم صاحب کا بھید لینا چاہیے۔ معاملہ بہت اہم تھا۔ اور کامیابی موہوم مگر حکیم صاحب



کو اپنے حسن صورت و میرت تمول شاندار سی اور خوش وضعی پر پورا بھروسہ تھا۔ کسی غیر کو اس معاملے میں ابھی راز دار بنانا بھی منظور نہ تھا۔ لہذا موقع واردات کے ملاحظے کے لئے خود ہی قدم رنجہ فرمایا ہے۔ ایک ملازم پیچھے پیچھے ہے۔ جو نہی مہری دروازے سے نکلی حکیم صاحب نے آدمی کی طرف مڑ کے دیکھا۔ وہ ہاتھ باندھے ہوئے آگے کو بڑھا۔

حکیم صاحب۔ نبی بخش۔

نبی بخش۔ حضور۔

حکیم صاحب۔ دیکھو اس مہری کو پہچان لو۔

نبی بخش۔ (ذرا زور سے) یہ مہری۔ اس کو تو میں جانتا ہوں۔

حکیم صاحب۔ میاں چپ رہو۔ کوئی سن نہ لے۔ ہاں یہی مہری۔ تم اسے کیا جانو۔

نبی بخش۔ اس سے آپ کو کیا مطلب ہے؟ کام کسی طرح ہو جائے گا۔

اچھا اب حکیم صاحب اور میاں نبی بخش کو یہیں چھوڑیے۔ ایک ذرا اچھوٹے نواب صاحب کی محفل

کارنگ دیکھے۔ اس وقت دیوان خانہ میں جلوہ افروز ہیں۔ بیٹھنے کا کمرہ دلہن کی طرح سجا ہوا ہے۔ فرش

فروش۔ شیدہ آلات۔ جو شے ہے لا جواب ہے۔ تو اس میں چھوٹے نواب صاحب کے حسن سلیقہ کو کوئی دخل

ہے۔ استغفر اللہ! بڑے نواب مرحوم کے بیٹھنے کا کمرہ ہے۔ ابھی ان کو انتقال کئے ہوئے کئے دن ہوئے۔

چالیسواں بھی تو نہیں ہوا۔ دو چار مہینے کے بعد دیکھئے گا اس بارہ درمی میں کئے لوٹتے ہوں گے۔ یہ ہم

کیا کہتے ہیں۔ ہر عاقل کہہ سکتا ہے۔ درودِ نوار سے یہی صدا آ رہی ہے ذرا اچھوٹے نواب صاحب کے

لازمین اور مصاحبین کو تو دیکھئے شہر کے چھٹے ہوئے بد معاش جمع ہیں۔ اور یہ جوان میں دو چار ثقہ صورتیں

نظر آتی ہیں۔ خدا ان سے محفوظ رکھے۔ چار ہی دن میں نہ یہ مکان ہوگا۔ نہ یہ سامان جس کے دم سے یہ رونق

تھی وہی دنیا سے اٹھ گیا۔ چھوٹے نواب کو نہ عقل نہ تمیز نہ کوئی صلاح کا عمدہ۔ دن رات جن لوگوں کے

حلقے میں رہتے ہیں ان میں سے ہر ایک فن طرارے میں فرد کامل عیاری میں استاد یگانہ جٹ سازی میں

یکتا ہے عصر۔ نواب صاحب کو بذات خود سوائے بابائے بڑوں کے اور کسی بات کا سلیقہ نہیں رہا کہ دو تین دور



برائڈی کے پتلے انطا غفیل ہو گئے۔ یا اگر کوئی ریل نینوں والی نظر بڑ گئی تو اسے باج کی جگہ پچیس خرچ کر کے بلوالیا  
تھوڑے دنوں میں دیوانی کے جیل خانہ میں ہوں گے۔ مگر اس وقت تو بارش و بہار ہے۔ عالم جوانی شراب و رغوان  
شاید ان بازار سی کا بجوم۔ لاڈلاؤ کی دصوم۔ ایک ہی دور کی کسر ہے۔ نواب صاحب..... فنافل ہو اچھلتے ہیں  
اب ذرا محل کے اندر کی بھی کچھ سن گئی لینا چاہئے۔ عالی محل کے صدر دالان میں بیگم صاحبہ سامنے تخت کے چوکے  
پر گاؤ تکیہ لگائے بیٹھی ہیں۔ کسی پردہ نشین کی صورت شکل ہو ہو بیان کرنے سے کیا فائدہ ایسی باتوں کی فکر اگر ہو تو حکیم  
صاحب ایسوں کو ہو۔ ہمیں کیا غرض۔ اتنا کہہ گئے ہیں کہ صورت سے موردی امیرانہ شان ظاہر ہے۔ رعب ایسا ہے  
کہ ایسی ویسی عورت کی مجال نہیں کہ سامنے بغیر اجازت بیٹھ جائے۔ یا بات کر سکے۔ لباس بالکل سادہ۔ نفیس چھوٹے  
ہن سے کمال نفرت۔ خدا کا خوف۔ بزرگوں کی آبرو کا خیال دل میں سایا ہوا۔ معزز شوہر کی وفات سے چہرے پر اداس  
پھائی ہوئی۔ اکھوتے بیٹے کی محبت کے سہارے پر زندگی خدا سے لو لگائے ہوئے۔ سامنے مصلیٰ پچھا ہے منبرین  
کی نماز تو فضیلت کے وقت پر پڑھی تھی مگر اس وقت تک تسبیحیں ہر لمحہ رہی ہیں۔ مغلانیاں۔ پیش خدمتیں اپنے  
اپنے کام پر مستعد ہیں۔ اتنے میں خاصہ والی نے آگے کیا۔ حضور خاصہ تیار ہے۔  
بیگم صاحبہ نے تسبیح تمام کر کے کہا۔ ارے کوئی ہے۔ چھوٹے نواب کو بلا لاؤ۔ کیا اس وقت بھی خاصہ گھر  
میں نہ کھائیں گے۔

ایک مہری دوڑی ہوئی باہر گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آئی تو یہ خبر لائی۔

مہری۔ حضور چھوٹے نواب کے دشمنوں کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ اس وقت خاصہ نہ کھائیں گے  
بیگم صاحبہ۔ ارے کیسی طبیعت ہے۔

مہری۔ حضور یہ تو نہیں معلوم۔

بیگم صاحبہ۔ جا ابھی اپنی آنکھ سے دیکھ کے آ مہری آگے بڑھی تھی کہ اتنے میں چھوٹا اناٹھ کھڑی

ہوئی۔ حضور میں جاتی ہوں آخر یہ ہے کیا۔ نواب گھر میں کیوں نہیں آتے آج تین دن سے محل میں نہیں آئے

مہری نے پلٹ کے کہا۔ اتنا جی آپ کے جانے کا موقع نہیں۔

بیگم صاحبہ۔ کیوں ہے۔



مہری - جی کچھ نہیں۔

بیگم صاحبہ - آخر صاف صاف کہہ بات کیا ہے۔

مہری - حضور - خیر صلاح ہے۔ مگر اس وقت گھر میں جی جم آئیں گے۔

بیگم صاحبہ - آخر ماجرا کیا ہے کہتی کیوں نہیں۔ اور اتنا کیوں ساتھ نہیں لے جاتی۔

مہری - اس وقت موقع نہیں۔

بیگم صاحبہ - کچھ کہہ تو۔ کیوں موقوفہ نہیں۔ مہری نے کچھ زبور لب کہا جسے بیگم صاحبہ نے نہیں سنا۔

بیگم صاحبہ - ہائیں یہ میرے سامنے اس طرح چبا چبا کے باتیں کرتی ہے۔ مردار کی شامتیں

آئی ہیں۔

مہری - حضور اب میں آپ سے کیا کہوں۔ وہاں کھچا کھچ مردے بھرے ہیں۔ عورت ذات کا گذر نہیں

بیگم صاحبہ - اسی یہ کیا کہا "عورت ذات کا گذر نہیں" کیا کسی نے تجھ سے کچھ کہا؟

مہری - کہا کیا۔ جان چھڑانا مشکل ہو گیا۔ حضور میں آپ کے صدقے بوجھاؤں۔ عجت نہیں دیکھتی

مجھے دس بارہ برس اس گھر میں ہو گئے اندر سے باہر تک کسی نے آدمی بات تک نہیں کہی آنکھ اٹھاکے

نہیں دیکھا۔ اب جیسے جیسے آدمی چھوٹے نواب اندر رکھے نوکر رکھتے جائیں گے ویسی ویسی باتیں ہونگی

وہ موا حبشی جو نوکر ہوا ہے۔ جب باہر جاؤ۔ مجھے چھڑتا ہے۔ چاہے حضور نوکر رکھے چاہے نہ رکھے۔ حضور

میں باہر نہ جاؤں گی۔

بیگم صاحبہ - یہ کون موا حبشی ہے۔ محل دار جانا تو ذرا باہر دیکھ تو۔ کہیم خاں ڈیوڑھی پر ہے

ابھی نکلا تو اس موئے حبشی کو۔ تو صاحب بہارے گھر کا نام بد نام ہوتا ہے۔ ابھی تو بڑے نواب کا چالیسواں

بھی نہیں ہوا اور ابھی سے یہ باتیں ڈیوڑھی پر ہونے لگیں۔ نا صاحب ایسے آدمیوں کا ہمارے یہاں کام

نہیں ہے۔

محلدار ڈیوڑھی پر گئی۔ کہیم خاں کو بتلایا۔

محلدار - یہ موا حبشی کون نیا نوکر ہوا ہے؟



کریم خاں۔ کیا تم نہیں جانتیں۔

مخلد ار۔ میں سوئے کو کیا جانوں۔

کریم۔ ارے وہی فولاد کا نواسہ مسعود۔

مخلد ار۔ فولاد کا نواسہ سوا دنیا بھر کا اٹھائی گیارہ چھوٹے نواب کو ہو کیا گیا ہے۔ ایسے آدمیوں کو

گھسیڑتے ہیں۔ بیگم صاحبہ نے حکم دیا ہے کہ ابھی گھر سے نکال دو۔

کریم۔ بہت خوب۔ (یہ بہت خوب اس لہجے میں کہا تھا کہ محل دار بچھیں۔ کریم خاں کو اس میں

کچھ تامل ہے)

مخلد ار۔ بہت خوب نہیں۔ تم بیگم صاحب کا مزاج جانتے ہو۔

کریم۔ میری طرف سے دقت بستر عرض کرو کہ حضور میرے نکالے نہیں نکل سکتا۔ بڑھاپے میں مجھے

اپنی آبرو دینا منظور نہیں وہ یوں ہی جسب ادھر آنکلا ہے مجھ پر بھبتیاں چھانٹتا ہے۔ آواز کے گستاخ

میں گٹر گٹر سنتا ہوں اور چپ ہو رہتا ہوں۔ ایسے لوگوں کے کون منہ لگے۔ میں کچھ منہ سے کہوں وہ ایک لپٹے

کی آجائے تو میرا فشار ہو جائے۔

مخلد ار۔ اچھا تو میں یونہی جا کے کہے دیتی ہوں۔

کریم۔ بیشک یونہی کہہ دو ہم اس کے منہ نہ چرٹائیں گے۔

مخلد ار گھر میں گئی۔ اور جو کچھ کریم خاں نے کہا تھا۔ من و عن بیان کر دیا۔ مدت العمر ایسا واقعہ نہ

ہوا تھا کہ بیگم صاحبہ کا کوئی حکم ٹلا ہو۔ خود بڑے نواب بیگم سے دبتے تھے۔ اور ان کا مزاج بھی اس قسم کا

تھا جو منہ سے کہا وہی کیا۔ زمین ٹل جائے آسمان ٹل جائے ان کا کہنا نہ ٹلے۔ فوراً دوسرا حکم صادر ہوا۔

بیگم صاحبہ۔ اچھا تو جاؤ چھوٹے نواب کو بلا لاؤ۔ اگر خدا نخواستہ طبیعت زیادہ علیل ہو تو گوہر

میں اٹھا لاؤ۔ اور نہیں تو پردہ کرو میں خود جاؤں گی۔

مخلد ار یہ حکم لے کر کریم خاں کے پاس گئی۔

کریم خاں۔ بوا مخلد ار اس حکم کی تعمیل بھی مجھ سے نہیں ہو سکتی۔



محلدار - کریم خاں یہ آج تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ جو بات تم سے کہی جاتی ہے ٹکڑا سا توڑ کے ہاتھ پر رکھ

دیتے ہو۔

کریم خاں - میں سچ کہتا ہوں۔ اس وقت میں چھوٹے نواب کے پاس نہیں جاسکتا۔

محلدار - کیوں۔

کریم خاں - کیوں کیا۔ نہیں جانتے۔

محلدار - آخر کچھ سبب تو بیان کرو۔ بیگم تو مجھ سے ہندی کی چندی پوچھتی ہیں۔ یہاں تم ہر بات

کا دو ٹوک جواب دیدیتے ہو۔ میری جان مولیٰ آفت میں ہے۔ میرے پھیرے کرتے کرتے ٹانگیں ٹوٹی جاتی ہیں

کریم - بوا میں سچ کہتا ہوں۔ میرے جانے کا وہاں موقع نہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا کہوں

محلدار - اچھا تو پردہ کر کے بیگم صاحبہ خود جائیں گی۔

کریم - بیگم صاحبہ کے جانے کا بھی موقع نہیں ہے۔

محلدار - آخر کیوں۔

کریم - پھر وہی کیوں۔ کہہ دیا۔ موقع نہیں ہے۔

محلدار - بھلا حضور اس بات کو مانیں گی۔

کریم - مانیں یا نہ مانیں۔ میں نے جو بات اصل تھی کہہ دی۔

محلدار - تم تو گھم میں کہتے ہو۔ کچھ کھول کے بات کرو تو کوئی سمجھے بھی۔

کریم خاں - اچھا تو اب سنو۔ صاف صاف میں تو چاہتا تھا مالک کی چٹل نہ کھاؤں۔ اور تم جانتی

ہو مجھے چھوٹے نواب سے کیسی محبت ہے۔ مگر کیا کہوں۔ (ایک دو ہڑ مرنہ پہ مار کے) تہہ پر پھوٹ گئی۔ اتنا

کہہ کے کریم خاں رونے لگا۔

محلدار - ہٹکا بٹکا ہو گئی۔ آخر ماجرا کیا ہے۔ گھبرا کے کہنے لگی۔ کہو تو کیا ہے۔ آخر طبیعت کیسی ہے

کریم خاں - (آنسو دامن سے پونچھ کے) طبیعت فضل الہی سے اچھی ہے۔

محلدار - پھر کیا ہے۔



کریم۔ ارے کہتا تو ہوں۔ تقدیر پھوٹ گئی۔ وہاں اس وقت سب نشہ میں اول فول ہک رہے ہیں۔ چھوٹے نواب بیہوش بڑے ہیں۔

مہلدار۔ کیا کسی نے فلک سیر کھلا دی؟

کریم۔ فلک سیر لے پھرتی ہیں۔ وہاں بوتلیں اڑتی ہیں۔

مہلدار۔ تو ان میں کیا نشہ ہوتا ہے۔ ولایتی پانی کی بوتلیں بڑے نواب کے وقت میں آتی تھیں۔ مجھے ایک دفعہ کھانا نہیں سہم ہوا تھا۔ بڑے نواب نے مجھے ساری کی ساری بوتل پلا دی اس میں تو نشہ و شہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اور اگر نشہ ہوتا تو بڑے نواب کیوں پیتے۔ بیگم ہماری بیٹی ہیں؟

کریم خاں۔ کیا نہیں بنی ہو۔ ولایتی پانی نہیں کالا پانی۔

مہلدار تھو۔ تھو۔ اے ہے کیا نواب کی صحبت میں کوئی کالا پانی پیتا ہے۔ یہ موا حسینی پیتا ہوگا کریم خاں۔ سب پیتے ہیں۔

مہلدار۔ اے ہے تو کیا چھوٹے نواب بھی پینے لگے۔

کریم خاں۔ جی ہاں اسی کا تور ونا ہے۔

مہلدار۔ ہے ہے۔ لے بھلا اب حضور سے کیا جا کے کہوں۔

کریم خاں۔ اسی لئے تو میں نہیں کہتا تھا۔

مہلدار۔ ارے وہ سُن لیں گی تو پٹے پٹے اپنا بُرا حال کرنیں گی۔

کریم خاں۔ اُن سے کہنا مناسب نہیں۔

مہلدار۔ (تھوڑی دیر تامل کر کے) دیکھو کریم خاں یہ بات اچھی نہیں۔ آخر ایک دن ابھید

کھلے ہی گا۔ بیگم سے کہہ دینا ٹھیک ہے یہ گھر کی تباہی کے پھن میں۔ ہم کو تم کو ایسی باتیں نہیں چاہیے۔

بیگم صاحبہ کے دشمنوں پر جو کچھ گذر چکے ہیں تو کہہ دوں گے۔

کریم خاں۔ میرے نزدیک تو ابھی نہ کہو۔

مہلدار۔ پھر کب کہوں۔



کریم خاں - اچھا تمہیں اختیار ہے۔

دوسرے دن صبح کو میاں نبی بخش خرا ماں خرا ماں نواب مختار الدولہ کی ڈیوڑھی پر پہونچے کہیں ٹکاؤ کا سہارا نہ ملا۔ پہلے پھاٹک کے ارد گرد ہیرے پھیرے کیا کئے۔ آخر سامنے ایک پھلکی والے کی دوکان تھی۔ یہ وہیں پہونچے۔ ایک پیسہ کی پھلکیاں لیں۔ گرم گرم تازی تازی پھلکیاں پیسہ کی پانچ ملیں۔ اُن کو نوش کیا۔ اُس کے بعد تام لوٹ میں سبے سے پانی لے کے پیا پھلکی والے کا حقہ لے کے پینے لگے تھوڑی دیر کے بعد ادھر ادھر کی باتیں کر کے پھلکی والے کے یار غار بن گئے ایک پیسہ کی پھلکیاں اور کھائیں اُس دن بڑی دیر تک بیٹھے رہے اماں ہماری گھر سے نکل ہی نہیں۔ آخر مایوس ہو کے واپس آئے دوسرے دن صبح کو پھر پہونچے۔

نبی بخش۔ (پھلکی والے سے) بھئی کیا کہوں تمہاری پھلکیوں نے آج پھر کھینچ بلا یا لے دلو انا تو ایک پیسہ کی۔

پھلکی والا۔ تو ایک پیسہ کی کیا لیتے ہو۔ دو پیسہ کی تولو۔ ایک پیسہ میں تو کڑہ بھی نہ گرم ہوگا۔ نبی بخش۔ اچھا تو بھئی تمہاری خاطر۔ دو ہی پیسہ کی دیدو۔ مگر یا چٹنی ذرا زیادہ دینا۔ پھلکی والا۔ تو جتنی چاہے چٹنی لے لو۔ یہ کہہ کے چٹنی کی ہنڈیا سامنے رکھ دی۔ نبی بخش۔ بھئی تم ہی اپنے ہاتھ سے لگا دو۔ مگر یا چٹنی تو باسی معلوم ہوتی ہے۔ پھلکی والا۔ واہ بس۔ اسی سے تو جی جل جاتا ہے۔ ابھی صبح کو تو ہم نے پاؤ بھر کھٹائی پیس کے چٹنی بنائی ہے۔ تم کہتے ہو باسی ہے۔ معلوم ہوا آپ چٹنی کے پچھاننے میں بڑے مشاق ہیں۔ نبی بخش۔ یہ پہلی ہوئی۔ آپ چٹنی کے سو بار مجھے کہہ لیجئے میں برا نہیں مانتا۔ پھلکی والا۔ (ایک ذرا رکھا ہو کے) میں بھئی دل لگی نہیں کرتا۔ دل لگی اور دوکان داری

سے میرے۔



نہی بخش۔ تو کیا میں کچھ بُرا مانتا ہوں۔ آپ سو بار دل لگی کیجئے۔ میاں یہاں تو دن رات دل لگی میں بسر ہوتی ہے۔

پھلکی والا۔ اچھا تو بھئی ہم ٹھہرے دوکاندار۔ ہمارے کیا مجال جو گاہکوں سے دل لگی کریں۔  
نہی بخش۔ اچھا تو ہم ایسے گاہک نہیں ہیں۔ ہم تو یار آنے کے عاشق ہیں تمھاری پھلکیاں  
وانڈہ ایسی اچھی معلوم ہوئیں۔ ذرا ایک گھان خوب کھرا کر کے نکالو تو ایک آنے کی حکیم صاحب کے لئے  
لیتا جاؤں گا اگر اُن کے منہ کو لگ گئیں تو دو ایک آنہ روز کی میرے ہاتھوں منگوا یا کریں گے۔  
پھلکی والا۔ (لڑکا دوکان پر بیٹھا تھا اُس سے) ارے ذرا حقہ تو بھر لے۔  
لڑکا۔ استاد تمباکو تو نہیں ہے۔

پھلکی والا۔ تو لے کیوں نہیں آتا۔ تمباکو نہیں ہے۔ تمباکو نہیں۔  
نہی بخش۔ (چوہیرہ تمباکو تو چادر وازے سے حکیم صاحب کے لئے خرید کے لائے تھے وہ ان کے  
چادرے میں بندھا ہوا تھا فوراً چادر کھول کے اس میں سے بھرد۔ یہ کہہ کے کوئی ڈیڑھ چھانک تمباکو  
ٹھکیہ سے توڑ کے لونڈے کو دیدیا۔ مال مفت دل بے رحم۔  
پھلکی والا۔ نہیں بھئی تمباکو منگوائے لیتے ہیں یہ نہ خرچ کر دو۔

نہی بخش۔ تو کچھ ہمارے تمھارے غیرت ہے۔ بس یہی تو مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے۔  
پھلکی والا۔ اچھا تو بھئی خوشی تمھاری۔ لے بے لونڈے لے۔ بھر حقہ جلدی سے نہی بخش  
سے (دراپیرہ روز کا تمباکو منگواتا ہوں یہ سب گاہکوں کے پئے جانا ہے یا یہ لونڈا اڑایا کرتا ہے میں تو  
جب کام میں لگا جاتا ہوں مجھے حقہ پینے کی وار نہیں ملتی۔

نہی بخش۔ سچ ہے اور جو تم حقہ پیو تو کام نہ خراب ہو جائے۔ پھر یہ پھلکیاں کون تلے۔  
پھلکی والا۔ جی ہاں یہ آنچ لکھیل ہے۔ ایک ذرا میں بگڑ جاتا ہے۔  
نہی بخش۔ بے شک اسی بڑا مشکل کام ہے اور بھئی ایک بات اور کہوں۔ یقین نہ آئے گا  
بعضوں کے ہاتھ میں بھی مزا ہوتا ہے۔ گھر پر تمھاری بھانج سے بھی اکثر پکوا کے کھائیں۔ مگر یہ لذت



ہی نہیں آئی۔ اجی تھیں معلوم نہیں مجھے کوئی دس برس ہوئیں تمھاری دوکان سے پھلپالیاں لیتے۔  
ایک اور خریدار۔ تین برس تو انھیں دوکان کئے نہیں ہوئے۔ تم دس برس سے پھلپالیاں  
خرید رہے ہو۔

نبی بخش۔ درست ہے۔ بارہ برس تو مجھے انھیں دیکھتے ہوئے ہو گئے۔  
خریدار۔ اگر ماں الٹا کر دو۔ ان کو یہاں دوکان کئے ہوئے چار برس سے کچھ اوپر  
ہوئے ہوں گے یہ نیچے جب نکلے ہیں۔ اُس کو کئے برس ہوئے ہوں گے؟  
ایک اور آواز۔ کوئی پانچ برس ہوئے ہوں گے۔ وہی الٹا رکھو میری پیاری کو پیدا ہوئے  
پانچ برس ہوئیں۔

خریدار۔ بی مہری ہاں ٹھیک ہے۔ اچھا تو پانچ چھ برس ہوئے ہوں گے۔ اچھا بی مہری  
یہاں دوکان کئے کتنے دن ہوئے ہوں گے۔  
مہری۔ بھئی کوئی پانچ چھ برس ہوئے ہوں گے۔ الٹا رکھے چھوٹے نواب کی بارھویں سال  
کی گرہ لگی تھی۔

حنو۔ ہاں ہاں وہ جب بارہ درسی میں ناچ و اچ ہوا تھا۔

مہری۔ وہ ناچ و اچ تو بڑی شادی میں ہوا تھا۔ جب تمھاری دوکان کب تھی۔ وہی میں  
نئی نئی نوکر ہوئی ہوں وہی چھوٹے نواب ماشا اللہ سے گھوڑے پر چڑھے ہیں۔

خریدار۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا نیچے نکلی چکے ہیں۔ اُس کے بعد انھوں نے دوکان رکھی ہے  
مہری۔ اب یہ تو مجھے یاد نہیں۔ ہاں یہی کوئی پانچ چھ برس ہوئی ہوں گی۔

میاں نبی بخش کو اب اس مسئلہ تاریخی سے کچھ زیادہ تعلق خاطر نہ رہا تھا کیونکہ اماں مہری جنکی  
سلاش میں یہ دودن سے سرگرداں تھے سامنے کھڑی تھیں۔ میاں حنو پہلے خریدار کو پھلکیوں کا دونابنا  
کے دے چکے ہیں۔ وہ اب صرف ایک کٹھ کے منتظر ہیں حقہ میاں نبی بخش کے قبضہ تصرف میں ہے۔  
یہ مہری کے سراپا میں محو ہیں۔ اور حقہ پر کس کس کے دم ڈال رہے ہیں پھلکی واپے کی نظر بھی حقہ کی



طرف ہے۔ مگر تبا کو میاں نبی بخش کا عنایت کیا ہوا ان کو اس وقت حقہ ہر مالکانہ تصرف کا دعویٰ ہے لونڈہ بالکل ہی مایوس ہو کے سل کے پاس مڑ بنائے بیٹھا بڑ بڑا رہا ہے۔ بی مہری پھلکیوں کی جلدی کر رہی ہیں۔ میاں حسنو نے ابھی گھان کڑھائی میں ڈالا ہے۔ اب یہ اس فکر میں ہیں کہ پہلے حقہ پیوں یا دونا بناؤں۔ ابھی تک کوئی رائے ترجیحی قائم نہیں ہوئی ہے۔ میاں نبی بخش کا دم بھی اب کرا انہیں بڑتا۔ ان کی تمام توجہ اس طرف ہے کہ بی مہری سے راہ سخن کھلے۔ کوئی تمہید معقول ابھی تک خیال میں نہیں آتی۔ مثلاً جس سے تعارف منظور ہوا اُس سے یہ کہنا کہ یہ میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔ یہ فقرہ بہت بُرا نا ہو گیا۔ یا مثلاً اُس کو کسی اسم فرضی سے مخاطب کیا۔ جب اُس نے کہا کہ میرا تو یہ نام نہیں۔ تو فوراً پوچھا پھر کیا نام۔ جب اُس نے بتایا تو کہہ دیا۔ ہاں ہاں معاف کرنا بھول گیا تھا۔ بعد اُس کے صحیح نام لے کے اس سے باتیں کر لے لگے۔ اس میں چنداں جدت نہیں۔ یا یہ کہ اگر مخاطب جنس مونث سے ہو۔ کسی کا نام لے کے پوچھا۔ مثلاً احمد خاں اب کہاں رہتے ہیں۔ جب مخاطب نے کہا کہ اوہی میں ان کو کیا جانوں۔ تو آپ ہنسنے لگے۔ اس صورت میں مخاطب ایک ذرا جھنپ کے سوچنے لگتا ہے کہ شخص نامبرہ کا اسم فہرست فائزین میں ہے یا نہیں۔ اس حالت میں مخاطب بات کو ٹال کے کوئی اور تمہید شروع کر دیتا ہے۔ ایسے ایسے سیکڑوں فقرے کھلاڑیوں کے منجے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ان سب سے جست ترفرہ یہ ہے کہ مطلوب الخطاب کے حالات شخص ثالث سے دریافت کر لئے اور بہت ہی موثر اور سربج تاثیر تدبیر دوستی بڑھانے کی یہ ہے کہ جس شخص سے دوستی بڑھانا ہے جب اُس شخص ثالث سے دل لگی ہوتی ہو تو جس سے دوستی کرنا ہے اس کی طرف سے خواہ مخواہ جواب دینے لگے مگر یہ تدبیر اس صورت میں چل سکتی ہے جہاں ہم نشینی کا موقع ملے۔ یا اس سے بہتر یہ ہے کہ اگر وہ کسی سے باتیں کرنا ہو تو اسے غور سے مشا رہے اور اُس سے چند نکتے اخذ کر لے۔ دونوں صورتوں میں بعض حالات اس کی حیات گذشتہ کے معلوم ہو جائیں گے۔ عند الکلام اس معلومات سے کام لے اس مخاطب کو یقین ہو جائے گا کہ مکالمہ اس کے منج کے حالات سے کسی قدر واقف ہے اور بہت جلد بے تکلف ہو جائے گا۔ میاں نبی بخش نے اس تدبیر سے کام لیا۔ اور سر تو حقہ جواب قریب چلنے کے تھا میاں حسنو کے ہاتھ میں دے کے فوراً مہری کی طرف متوجہ



ہوئے۔

نبی بخش۔ میں نے کہا تمہیں تو کوئی نو برس تو ہوئی ہوں گی اس سرکار میں نو کر ہوئے۔  
 مہری۔ (پہلے تو کچھ متجرب ہوئی اس لئے کہ نبی بخش کا قیاس مطابق واقع تھا انھوں نے  
 دل ہی دل میں شمار لگایا تھا کہ بارہویں سال کی گرہ کو پانچ برس ہوئے۔ بڑی شادی اکثر چھٹے  
 ساتویں سال ہوا کرتی ہے۔ اس حساب سے نو دس برس ہوتے ہیں (مہری کو اپنی پہلی تقریر یاد  
 رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی) ہاں یہی کوئی نو دس برس ہوئی ہوں گی۔  
 نبی بخش۔ تو چھوٹے نواب کی مسلمانی کو نو برس ہو گئے۔ اے لیجے دن جاتے بھی کچھ دیر  
 نہیں لگتی۔ ابھی کل کی بات ہے۔

خریدار۔ (دونا ہاتھ میں لے کے) جی ہاں۔ دن جاتے دیر نہیں لگتی۔ یہ کہہ کے ایک بھلکی منہ  
 میں رکھی اور چلتے ہوئے۔

نبی بخش۔ کہئے اب اس سرکار کا کیا حال ہے۔  
 مہری۔ اچھا حال ہے اور کیا حال ہے۔  
 نبی بخش۔ اسی میرا مطلب ہے کہ کسی کے آدھ برائے کا سہارا بھی ہو سکتا ہے۔  
 مہری۔ اللہ رکھو چھوٹے نواب کی سرکار میں نت نئے نو کر ہوتے ہیں۔ کیوں کیا تم کہیں نو کر  
 نہیں ہو۔

نبی بخش۔ جی میں نو کر ہوں۔ میرا بھائی بہت دنوں سے یو نہیں بیٹھا ہے۔

مہری۔ دیکھو میں کھوں گی۔ مل ایک بات ہے ضمانت دینا ہوگی۔

نبی بخش۔ ضمانت ایک سے ہزار تک کی خود ہمارے حکیم صاحب کر دیں گے۔

مہری۔ کون حکیم صاحب۔

نبی بخش۔ (اس وقت نام بتانا خلاف مصلحت سمجھ کے) وہی حکیم صاحب جو درگاہ کے پاس

بہتے ہیں۔



مہری۔ اے تو نام بتاؤ۔

بنی بخش۔ (بھولے بن کے) بھئی نام تو مجھے معلوم نہیں۔

اس بات پر مہری نے زور سے ایک قہقہہ مارا۔ میاں حسنو بھی مسکرائے۔

حسنو۔ اچھی کہی۔ تو صاحب یہ نوکر ہیں کہ مالک کا نام تک معلوم نہیں۔

بنی بخش۔ بظاہر کھسانے سے ہو کے (ہمیں نام سے کیا مطلب۔ کام سے کام ہے۔ ماشور (مشہور)

حکیم ہیں۔ سب حکیم صاحب کہتے ہیں۔ وہی میں بھی کہتا ہوں۔

مہری۔ اچھا تو سامنا کرادو گے۔

بنی بخش۔ برتر۔ (برابر)

مہری۔ اچھا بھئی تو نوکر تو میں کرادوں گی۔ مل ایک مہینہ کی تنخواہ لوں گی۔ جو دستور ہے سارا

زمانہ جانتا ہے۔ اس میں نہ ایراں پوری نہ پیراں دغا بازی۔

بنی بخش۔ (بہت لگا لڑا کے) تو ہم غریب آدمی ہیں پھر کھائیں گے کیا۔ آدھی تنخواہ لے لینا۔

مہری۔ (کسی قدر بے پردائی سے) دستور کے کھلافت (خلافت) نہ ہوگا۔ اچھا دو دفعہ کر کے

دے دینا۔

بنی بخش۔ (بہت لگا لڑا کے) تو ہم غریب آدمی ہیں اتنا نہ ہو سکے گا۔ کیوں میاں حسنو۔ آدمی بات

وہ کہے جو ہو سکے۔

حسنو۔ میاں حسنو اپنے گھان کی طرف متوجہ تھے ایک بھٹکی جلی جاتی تھی اُسے نکال رہے تھے کہ

سیچے سے نکل کے کڑھائی میں گر گئی۔ بلکہ جتنے ہوئے تیل کی ایک چھینٹ بھس ان کے ہاتھ پر پڑ گئی اُس سے

کسی قدر جھلائے ہوئے تھے۔ بھئی تم جانو وہ جانیں۔ دستور تو ہے۔ ابھی میرا بھتیجا نوکر ہوا ہے ایک

تنخواہ دینا پڑی۔

مہری۔ بھی دیتے ہیں۔ اور یہی ایک دفعہ میں لوں گی۔ ماشا اللہ چھوٹی سرکار کا کارخانہ

لکھ لٹ۔ اور میں تو کچھ نہیں جانتی جو نوکر ہوگا مزے کرے گا پھر مجھے کوئی کچھ دیا کریگا۔



نبی بخش۔ اچھا تو میں انھیں کہاں لے کے آؤں؟۔

مہری۔ ڈیوڑھی پر اور کہاں۔ اماں مہری کہہ کے بوجھ لینا۔

نبی بخش۔ تو نام کیا مجھے معلوم نہیں۔ میں نے اس لئے کہا کہ امیر کی ڈیوڑھی ہے شاید کوئی روکے

لوکے۔

مہری۔ نہیں تم سیدھے کوئم خاں کے پاس چلے آنا۔ اور میرا نام لینا۔ کہنا۔ میں اُن کے پاس

آیا ہوں۔

نبی بخش۔ اہا ہ تو کریم خاں ابھی تک ہیں۔

مہری۔ ہیں نہیں تو کیا خدا نخواستہ اُن کے دشمن..... کیا تم انھیں جانتے ہو؟۔

نبی بخش۔ میں انھیں جانتا ہوں۔ چاہے اب وہ نہ پہچانیں۔ اور کیا تمھیں نہیں جانتا۔ یا تم

مجھے نہیں جانتی۔

مہری۔ (پہلے تو سورت دیکھنے لگی۔ مگر اس وقت عدم تعارف پر اصرار کرنا کچھ ایسا ضروری نہ

تھا) ہاں آں.....

نبی بخش۔ اور تنخواہ کیا ہوگی؟۔

مہری۔ وہی تین روپیہ مہینہ۔

نبی بخش۔ اور تنخواہ کا کیا حساب ہے۔ مہینہ کے مہینے بڑھتی ہے نہ۔

مہری۔ بڑے نواب کے وقتوں میں تو مہینے کے مہینے بڑھتی تھی۔ اب کا حال نہیں معلوم۔

حنو۔ (دونوں نے تیار کر چکے تھے لونڈے نے حقہ پھر سے بھرا تھا۔ ابکی میاں حنو کا ارادہ

تھا کہ حقہ بے شرکت اور بلا مزاحمت خود ہی پیئیں۔ کیونکہ دو مرتبہ ایسا ہو چکا تھا کہ جب حقہ بھرا گیا میاں نبی

نے پا کے جلا دیا۔ جب میاں حنو تک پہنچا۔ اگرچہ تمباکو میاں نبی بخش کا سہی مگر پھر بھی ایک انسان کہا

صبر کر سکتا ہے۔ بھئی تم بھی کتنے جیتی ہو۔ گھر گھوڑا انخاس مولا۔ پہا اپنے بھائی کو لاؤ۔ مالک کا سامنا

کر وادو۔ بات چیت جو کچھ ہونا ہوگی ہو سہاے گی۔ ابھی سے نکاح کی شرطیں کرتے ہو۔ اس سے فائدہ؟۔



نہی بخش۔ (اب زیادہ ٹھہرنا اور باتوں کو طول دینا ایسا ضروری نہ تھا) سچ کہتے ہو۔ اچھا تو میں انھیں کل نہیں تو پرسوں لے کے آجاؤں گا۔  
مہری۔ جب جی چاہیے۔

✓ دونوں اپنے اپنے دوسنے لے کے روانہ ہو گئے۔ توپ دروازے سے حضرت عباس کی درگاہ تک زیادہ سے زیادہ دس منزل تک کی راہ ہوگی۔ لیکن ہمارے میاں نبی بخش صاحب معمولاً ایک گھنٹہ میں پہونچا کرتے تھے۔ کچھ ایسے سست رفتار بھی نہ تھے۔ بات یہ تھی کہ آپ کو حقہ سے از حد شوق تھا۔ کچھ اس راستہ پر موقوف نہیں۔ ہر گلی کو چے میں آپ کے حقہ پینے کے سیکڑوں ٹھیکے تھے۔ مثلاً اس راہ میں حسنوک دوکان سے پھلکیاں کھاتے ہوئے چلے۔ فیضو گندھی کی دوکان پر ٹھیکہ لیا۔ یہاں پانی پیا اس کی دوکان سے تبا کو لے کے حقہ بھرا۔ دو چار کش لئے۔ حقہ فیضو کے حوالے کیا۔ آگے بڑھے۔ آگے رجب کنجڑے کی دوکان ملی۔ اس سے تین پیسہ کی آرویاں لیں۔ یہاں بھی حقہ پینا ضروری ہے آگے بڑھے تبا کو والے کی دوکان ملی۔ یہاں ایک بڑا جنگی حقہ ہر وقت بھرا رہتا ہے۔ آریز دروند پر واجب ہے کہ جب ادھر سے گزرے ایک دو کش پی لے۔ اور چار قدم آگے بڑھے چار والے کی دوکان ملی۔ یہاں فرض کر لیجئے کہ خفیہ افیون بکتی ہے۔ یہ صدر اسٹیشن ہے یہاں کم از کم آدھ گھنٹہ قیام ضروری ہے۔ دو پیر کی پڑیا افیون کی ل گھول کے پی۔ ایک پیسہ کے بسکٹ اور ایک پیسہ کی پیالی چار کی پی۔ خود ہی حقہ بھرا۔ خوب جی بھر کے پیا۔ اب تارہ دم ہو گئے۔ علی ہذا القیاس سیکڑوں موقع حقہ پینے کے ہر جگہ مل سکتے تھے۔ ہر دوکان پر حقہ پینے کا سہل اصول یہ تھا۔ کہ اکثر لوگ حقہ کے شائق ہوتے ہیں۔ مگر اپنے ہاتھ سے بھرنا پسند نہیں کرتے۔ میاں نبی بخش کو اس میں خاص ملکہ تھا۔ بہت ہی پھرتی سے حقہ بھرتے تھے مگر اس وصف کے ساتھ اتنا عیت بھی تھا کہ اگر دوسرا پینے والا غفلت کرے تو بہت ہی جلد جلا بھی دیتے تھے حکیم صاحب ان کی ان حرکتوں سے اکثر نالاں رہتے تھے۔ مگر خفیہ کارروائیوں میں بغیر ان کے کام ہی نہیں چل سکتا تھا۔ اس وجہ سے یہ حکیم صاحب کی زندگی میں میاں نبی بخش ایک جزو لا ینفک ہو گئے تھے۔ یہ حکیم صاحب کے خاص خدمت گار تھے۔ ان کے علاوہ ایک بڈھا آدمی غلام علی دروازے پر اور تھا چار کھار بٹائے